الحق کا سوالنامہ اور اس کے جوابات

سلسلہ عشہ

میری علمی اور مطالعاتی زندگی

حضرت ضیاء المشائخ مولانا محمد ابراہیم جان المجددی
کابل (افغانستان)

الحق کے سوالنامہ کا پیشِ نظر جواب افغانستان اور عالم اسلام کے برگزیدہ شخصیت مجاہد جلیل عارف وقت حضرت نور المشائخ (ملا شور بازار مرحوم) مجددی قدس سرہ العزیز کے جانشین حضرت ضیاء المشائخ مولانا محمد ابراہیم جان المجددی دامت برکاتہم کا لکھا ہوا ہے۔ موصوف اپنے اولو العزم والد بزرگوار کے صدقہ جاریہ اور خاندان مجددیہ کے گل سرسبد ہیں۔ شریعت و طریقت کے جامع، منبع رشد و ہدایت اور علم و عرفان کے منار ہیں زمانہ کے حالات اور تقاضوں کی روشنی میں عالم اسلام اور اسلام کے مسائل پر گہری نظر اور پرسوز دل رکھتے ہیں۔ مجلس میں بلا کی تاثیر ہے۔ الغرض آپ کی خانقاہ قلعہ جواد آج بھی مغرب زدہ کابل میں روحانیت اور سکون کا ایک جزیرہ لگتا ہے۔ پچھلے سال سفر کابل میں اس ناچیز کے ساتھ حضرت موصوف اور ان کے صاحبزادگان اور پورے خاندان نے جس بے پناہ شفقت اور محبت کا سلوک فرمایا اور تقریباً ایک ہفتہ قیام افغانستان کے دوران ہر جگہ جن عنایتوں سے نوازا گیا اس کے لئے ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ آج کی فرصت میں ہم حضرت موصوف کے گرانمایہ خیالات پیش کرتے ہیں۔ (سمیع الحق)

فضیلت پناہ دانشمند گرامی مولوی سمیع الحق صاحب، صاحب امتیاز جریدۃ الحق۔

مکتوب محبت اسلوب مواصلت نمود بداً توضیح میکنم کہ سبب تاخیر جواب آں بود کہ فقیر بطرف ولایت غزنہ و بعض کارات مدرسہ عالی نور المدارس فاروقی سفر نمودہ بودم۔ در نامہ گرامی پرسش چند نمودہ

بودند میدانم که وجدان سلیم شما از حسن ظن که بمن دارید این پرسش ها را از قریحه بقلم و از قلم بقرطاس حواله نموده اند اما حیات پرشور و بی انجام من قیمت آنرا ندارد که نظریات خویش را نسبت تعیّن بعض شئون جامع علمی و با شخصیت های برجسته عرفانی توضیح دهم ویا از نقطه نگاه حیات اجتماعی عالم اسلام از حیث تاثیر سلسله ثرو تاستی که اذهان و افهام را تربیه و تنبیهه می نماید اظهار نظریه نمایم چون سوال فرموده اند بجواب میپردازم اوّل درحیات خوشگوار و باسعادت که در دوحهٔ عالم علم سپری نموده و می نمایم و درحیات برزخ نیز از آن بعون الله تعالی بران حسن خاتمہ استفاده خواهم نمود طمانیت قلبی و تقویهٔ وجدان مراکه باد می آورد همانا درفن تفسیر قرآن عظیم الشان ابن کثیر و معالم التنزیل است و در سلسله حدیث علاقه من با بخاری و مسلم و مستدرک حاکم نیشاپوری. بوده و در رفقه هدایه و فتح القدیر که در سلسله فقه یا حقوق اسلامی بدان من زیاده تر دل پسند بوده و درمعانی مطوّل را با تلخیص ، پسندارم در تشریح اسلامی توضیح - و از مولفات جدید تاریخ تشریح اسلامی را که ـــ نغز مولف صاحب قدر مصری جمع نموده اند مرا محظوظ میفماید در تصوف که دارائ دو مکتب است - اوّل وجودی عشق و علاقه با "فصوص الحکم" ابن عربی و مثنوی مولانا بلخی رومی دارم در مکتب شهودی تلمیذ مکتوبات امام همام مجدد الف ثانی "میباشم و بدان افتخار مینمایم - در تاریخ علامه ابن خلدون را بسیار دوست داشته و الحق که درین فن استاد کامل می باشد ، و در ادب عربی ابن مقفع و امام بصیری را در متقدمین امتیاز می دهم و در طبقه حالیه مرحوم شوقی بیگ مصری را ستائش می کنم و در ادب فارسی با سعدی و نظامی و جامی هروی و داتف لاهوری و عرفی را می پسندم و تخصیص خاص بمقام ادبی مولانا عبدالقادر بیدل قائلم در کلام و فلسفه حجت الاسلام غزالی و علامہ ابن رشد فلسفی را باکمال احترام می ستائم البته علم بردار ثقافت اسلامی در فلسفه و کلام بوده اند هرکدام ازین شهسواران میدان باصفائ علم و دانش شان خاص داشته و در فنون مختصه خودها توانستند که از موضوع علم و تعریف علم و تبصره هائے بادعه در آن علوم و اجتهادیات جامعه و در آن فنون باتوان کامل و تدبر علمی که شامل تمام نکات رسیده - علمی بوده معرفت را دارا بودند و از منطق رسائی و دانائی کار گرفته اند رحمت خاص خداوند جل شانہٗ برادان این برگزیده گان معارف اسلامی با خصوصیات این ذوات عالی مرتبت آنست که هر فن را چنان شرح و بسط داده اند که تمام طبقات علمی امروزه بمقام علمی شان معترف بوده به آواز بلند می گویند هر فن را که تخصیص داده اند کما هو آنرا کمیتاً وکیفیتاً در رشته تصنیف تالیف آورده اند و از اصل موضوع خارج نشده تحقیقات بلند و تدقیقات ارجمند شان در همان موضوع که فرموده اند تماماً متکی بر قوائم علمی بوده جزاه الله عنا وعن سائر اهل العلم خیر الجزاء

دوم در حصه جرائد و مجلات که طبعاً و دران از چندین جنبه ی اجتماعی بحث می شود مثل سیاست و اقتصاد

و اخلاق و تحریک مسائل کہ احساسات یک ملت را بطور می آورد ان را اگر روح حیات بگویم بعید نیست و در دنیا امروزہ اسلامی بیشتر دلچسپی من بجریدہ المسلمون کہ از قاہرہ نشر می شود بودہ و سپس روزنامہ الندوہ عربیہ را قابل قدر می دانم و از مجلہ ہا دار العلوم دیوبند و مجلہ پیام حق کہ از کابل نشر می شود آن را مفید می دانم و مجلہ الحق را کہ در لسان ادبی اردو خدمت در شئون حیات اجتماعی اسلامی و سیاسی اسلامی می نماید می ستایم منکہ تخصیص برائے این روزنامہ ہا یا مجلات قائل شدہ ام حدث من تنہا و تنہا اینست کہ نشرات آنہا در جبہہ ہائے سیاسی و اجتماعی و اقتصادی و روح حیات از کلتور و ایدیالوجی اسلام مستقلاً پیروی نمودہ و دولت خانگی خود را بنسل و جیل آیندہ اسلامی معرفی می نماید۔ زیرا امروز فرض تحسین است تا ابنائے مسلمان از استقلال علمی و سیاسی و اقتصادی بہ اساس یک منطق قوی واقف شوند کلتور اسلام در تمام شئون حیاتہ بنی نوع انسانی مستقل بودہ و گاہی از مکتب ہائے امپریزم و یا نیزیالزم پیروی نمودہ حقوق سیاسی، حقوق اقتصادی، حقوق ملی حقوق جغرافیائی، ہمہ را بطور خاص و منطق قوی و استقلال علمی بیان می نماید کہ بہر انسان دانا و صاحب ضمیر روشن معلوم و مسوید است۔

سوم مسئلہ کہ مربوط بہ حیات شخص من است، نسبت بہ حوضہ ہائے علمی است۔ البتہ من علاقہ زیاد بدار العلوم عربیہ کابل و بدرسگاہ خانقاہ عالیہ مجددی دارم۔

عمریہ بہرور و خطہائے نیک ظاہراً و باطناً حاصل نمودہ ام اگر ہر تن من زبان شود ہر موئے دیک شکردی از ہر زبر نتوانم کرد۔ خاصتاً ذرہ نوازی و تربیہ باطنی و ظاہری کہ از حضور مقدس حضرۃ شیخ الاسلام مولانا و مرشدنا نور المشائخ قدس سرہ کہ پیشوائے ظاہری و باطنی من است۔ بدست آوردہ ام زبان قاصر من و قلب کاسر من نمی توانند شکریہ آن احسان را ادا نماید بلے می توانم کہ بگویم بخدا رہنمائی من است و در طریق علم و معرفت استاد و پیشوائے برگزیدہ من بلے کہ من او را مریدم او ہمچنین ہست پیر من۔

دیگر استاد بزرگوارم شیخ الحدیث والتفسیر مولانا یار محمد صاحب وردکی رحمۃ اللہ علیہ کہ صدر دار العلوم عربیہ کابل بودند و در حصہ تفسیر موضح الفرقان بزبان پشتو حصہ بزرگ داشتند کہ ہے مقام علمی شان را فراموش نمی توانم بہترین مقامات آخرت را برائے آن استاد بزرگوار طالبم۔

چہارم۔ بہ عقیدہ من امروز بہترین نظریہ برائے ارتقائے ملت اسلامی آنست کہ ملت اسلام خاصتاً طبقہ جوان باید سرمایہ کامل از ثقافت و کلتور اسلامی بدست آرند و از انکشافات علمی حدیثہ از طریق تکنالوژی عصری باید کاملاً واقف باشند البتہ وظیفہ مہم علما و رہنمایان اسلامی امروز آنست تا اساسات علمی و ثقافتی اسلامی بر اساس منطق علمی امروزہ تدوین نمودہ بر این تعلیم ابنائے امروزہ اسلامی بہترین ارمغان اسلامی را تقدیم کنند و باید این تدوین در تمام شئون علمی اسلامی متکی بر اصولات قوی معنوی معقول و منقول بودہ

در عین حال مراعات حسن انتشار و طرز تفہیم موضوع علمی بر اساس کیفیات علمی باشد کہ زیادہ تر بر بدیہیات و مشاہدات متکی بودہ و دار   دلائل باشد کہ آن دلائل را انکار منور و عقول سالم عقلاً و علماً قبول نمایند و نیز در مسائل کہ قرآن عظیم الشان در حصہ تکوین و کیفیات کائنات سفلی و علوی ارشاد می نماید از امعان نظر صاحب کار گرفتہ صورت تدوین آنرا در یک فارمول جامع علمی ترتیب نمودہ بعالم علم و دانش عرضہ نمایند البتہ بعقیدہ من بود۔ در این مرحلہ یک میتنگ بزرگ علمائے موجودہ اسلامی ضرور است درین مورد کہ امروز احتیاج بزرگ بدان عالم اسلام وارد حرکت۔ نسبت علمی بوجود آید من یقین دارم اگر این سلسلہ از یک توافق سالم و صداقت کامل انجام شود مشکلات امروزی عالم اسلام کہ از حیث بعض اسرار خاصہ علمی بوجود آمدہ و در دنیا کنونی ملت اسلام بحیث یک ملت ذی علم و معرفت کہ سزاوار مقام مسلمین است اثبات وجود خواہند نمود۔

این بود نظریہ من کہ بجناب شما مختصراً توضیح نمودم ـــ ہر گر بگویم شرح این بعید شود

(فقیر محمد ابراہیم المجددی ابن عمرؒ)

ترجمہ | محبت نامہ نے نقشۂ وصال سامنے کیا۔ سب سے پہلے تاخیر جواب کا سبب واضح کر دینا مناسب ہے۔ فقیر مدرسہ عالیہ نور المدارس فاروقی (واقع شہر غزنی) کے بعض اہم کاموں کے لئے غزنی گیا تھا۔ آپ نے مکتوبِ گرامی میں اپنے وجدانِ سلیم کے پیشِ نظر مجھ پر حسنِ ظن فرماتے ہوئے چند سوالات کو ذہن سے بوساطتِ قلم زیبِ قرطاس فرمائے ہیں۔

۱۔ میری پر شور اور بے انجام زندگی اس قابل نہیں کہ اپنے نظریات کو بعض علمی زاویوں یا ممتاز شخصیتوں میں متعارف کرانے کی جسارت کروں۔ یا عالمِ اسلام کی اجتماعی زندگی کے گہرے تاثرات کے نقطۂ نگاہ سے جو لوگوں کے اذہان و افہام کی تربیت کرتی ہیں اپنے نظریہ کی نشاندہی کر سکوں۔ تاہم حسبِ تعمیل حکم سوالات کے جوابات تحریر کر رہا ہوں۔ اولاً یہ کہ خوشگوار اور باسعادت زندگی ہیں جو گلستانِ عالم میں اب بڑھاپے کی حالت تک پہنچا دیا ہے۔ اور جیسے بفضلِ ایزدی حسن خاتمہ اور برزخی زندگی کو سنوارنے کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

فنِ تفسیر میں ابن کثیر اور معالم التنزیل نے اطمینانِ قلب اور تقویتِ وجدان کے ثمرات بخشے اور علم حدیث میں بخاری شریف اور مسلم شریف۔ امام حاکم نیشاپوری کی مستدرک سے پوری وابستگی و تعلق ہے۔ اور علم فقہ میں ہدایہ۔ فتح القدیر۔ فقاہت اور اسلامی حقوق کے اعتبار سے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ اور علم معانی میں مطول کو تلخیص کے ساتھ پسند کرتا ہوں اور اصول فقہ

میں جو تشریع اسلامی کا فن ہے اس میں توضیح تلویح اور جدید تالیفات میں تاریخ تشریع اسلامی نے مجھے محظوظ کیا ہے۔ جسے مصر کے تین مصنفوں نے مل کر تصنیف کیا ہے۔ اور علم تصوف جس میں دو مکتب ہیں۔ اوّل مکتب "وجودی عشق" میں ابن العربی کے فصوص الحکم اور مولانائے روم کی مثنوی سے علاقہ رکھتا ہوں اور دوسرا مکتب "شہودی" میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے مکتوباتِ گرامیہ کا شاگرد ہوں۔ اور ان سے شرف تلمذ پہ فخر محسوس کرتا ہوں۔ اور فن تاریخ میں علامہ ابن خلدون کی تاریخ سے بہت ہی زیادہ محبت ہے۔ اور حق بات یہی ہے کہ یہ کتاب فن تاریخ میں استادِ کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور ادب عربی میں متقدمین میں سے ابن مقفع اور امام بوصیریؒ کو تمغۂ امتیاز دیتا ہوں اور دورِ حاضر میں مرحوم شوقی بیگ مصری کا ثنا خواں ہوں اور ادبِ فارسی میں سعدی نظامی، جامی ہروی، واقف لاہوری اور عرفی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور ادبی مقام میں خصوصی طور پر مولانا عبدالقادر بیدل کا معترف ہوں۔ اور علم کلام و فلسفہ میں حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اور علامہ ابن رشد فلسفی کو پورے احترام کے ساتھ حق مدح سرائی اور خراج تحسین ادا کرتا ہوں۔

یقیناً یہ حضرات اسلامی ثقافت کے فلسفہ و کلام کے علمبردار تھے۔ اور درحقیقت یہ تمام اکابر علمی میدان کے شہسواروں میں سے ہیں جنہوں نے اپنی علم و دانش کی روشنی میں اور اپنے خصوصی علوم و فنون جو ان کو ورثہ میں نصیب ہوئے تھے۔ (جس میں پوری دسترس اور کامل عبور رکھتے تھے۔) کو بیان موضوع اور تعریف اور بلندپایہ تبصروں اور مکمل و جامع اجتہادات سے آراستہ کیا ہے۔ اور اپنے ان فنون میں پوری توانائی اور علمی تدبر و فراست (جو جملہ نکات پر حاوی ہے) کے اعتبار سے "وارا" تھے۔

خداوند قدوس جل شانہٗ معارفِ اسلامی کے ان چیدہ شخصیتوں کے ارواحِ طیبہ پر اپنی خصوصی رحمتوں کو نازل فرمائے ان بلندپایہ حضرات کی خصوصیت تھی کہ انہوں نے ہر فن کی ایسی جامع تشریح کی ہے۔ کہ تمام علمی طبقے ان کے علمی مقام و منزلت کے معترف باوازِ بلند یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ان نیک سیرت ہستیوں نے ہر اس فن کو (جسے ان کو خصوصی لگاؤ تھا۔) کماحقہٗ پورے کم و کیف کے ساتھ تصنیف و تالیف کی لڑی میں پرو کر اصلِ موضوع سے کبھی ادھر ادھر نہ ہوئے۔ اور موضوع سے وابستہ جو بلندپایہ تحقیقات و ترقیات کو بیان کیا ہے وہ علمی براہین اور بنیادوں پر مستحکم ہے۔ جزا اللہ عنا و عن سائر اہل العلم خیر الجزاء۔

۲۔ رسائل و مجلات کے سلسلہ میں وہ جریدے اور رسالے پسند ہیں جن میں سیاست، اقتصادیات اخلاق اور ایسے مسائل کی تحریک جو وحدت ملی کے احساسات کو فروغ دیں۔ اگر ان کو "روحیات" سے

پکاروں تو یہ لقب بے جا نہ ہوگا۔ اور موجودہ اسلامی دور میں زیادہ تر دلچسپی "المسلمون" نامی رسالہ سے ہے۔ جو قاہرہ سے شائع ہوتا ہے۔ بعد ازاں عربی روزنامہ "الندوہ" کو قابلِ قدر سمجھتا ہوں۔ اور ماہنامہ دارالعلوم جو دیوبند سے شائع ہوتا ہے۔ نیز "پیام حق" جو کابل سے نشر ہوتا ہے۔ اور ماہنامہ الحق کی ستائش کر رہا ہوں (جو اردو کی ادبی زبان میں ملت کی اجتماعی، سیاسی شعبہائے زندگی میں اسلامی اقدار کی خدمت کر رہا ہے۔)

میں ان رسائل و جرائد کی تعریف محض اس لئے کرتا ہوں کہ میرا مطمحِ نظر صرف یہی ہے کہ ہر قسم کے مجلات کی نشر و اشاعت سے سیاسی اجتماعی، اقتصادی اور کلچر کی روح و نظریات و افکار میں اسلامی روح پیدا ہو، فرزندانِ ملتِ اسلامیہ کو اسلامی روایات و اقدار سے متعارف کرے کیونکہ موجودہ دور میں سب سے اہم اولین فریضہ یہی ہے کہ مسلمان پود علمی، سیاسی، اقتصادی مسائل سے قوی دلائل کی بنیاد پر مسلح ہو کر اسلامی کلچر کو افراد انسانی کی زندگی کے تمام شعبوں میں نافذ کریں اور سکولوں اور کالجوں میں امپیریلیزم اور ماتریالزم (مادہ پرستی) کے پیروکار نہ بنیں۔ سیاسی، اقتصادی، ملی اور جغرافیائی حقوق کو ایک خصوصی نہج، موثر بیان اور علمی سنجیدگی سے وا شگاف کریں جسے ہر ایک دانشمند اور روشن ضمیر انسان سمجھتا ہے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ جو میری زندگی سے وابستہ ہے۔ علمی چشموں سے سیرابی کی نسبت یہ ہے کہ میرا سب سے زیادہ تعلق دارالعلوم عربیہ کابل اور خانقاہ عالیہ مجددیہ عمریہ کی درسگاہ سے ہے۔ میرا علمی سرمایہ علم و معرفت کے ان دو مرکزوں سے مستفاد ہے۔ باطنی حالات اور ذوقی کیفیات بھی عرفان کے اس مقدس مرکز خانقاہ مجددی سے دستیاب ہوئے ہیں۔ اگر میرے جسم کے تمام بال زبان بن جائیں تو ان مراکز کے لامتناہی عنایات و احسانات کا حقِ سپاس و تشکر ادا نہیں کر سکتے خاصکر باطنی و ظاہری اصلاح و تربیت جو حضورِ مقدس حضرت شیخ الاسلام مولانا و مرشدنا نور المشائخ قدس سرہ (جو علوم ظاہری و باطنی میں میرا آقا اور پیشوا ہے) کی بدولت مجھے حاصل ہے۔

میرا قلب و دماغ اور زبان یکسر اس قابل نہیں کہ ان کے بے پایاں نوازشات کا سپاس ادا کر سکوں۔

ہاں ——— !

مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے مطابق مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ وہ علم و معرفت میں میرے استاد اور پیشوا ہیں۔ میں ان کا مرید اور وہ میرے مرشد و آقا ہیں۔ میرے دوسرے استاد بزرگوار شیخ الحدیث والتفسیر مولانا یار محمد صاحب وردگی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو دارالعلوم عربیہ کابل کے صدر مدرس تھے۔

اور تفسیر موضح القرآن (جو پشتو زبان میں لکھی گئی ہے) میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ میں ان کے علمی مقام کو کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت کے بہترین مدارج اور بلند مقامات پر فائز فرماوے۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے، میرے عقیدہ میں آج ملت اسلامیہ کی ترقی وبقا کے لئے بہترین نظریہ یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کو اسلامی کلچر اور ثقافت کے مکمل سرمایہ سے بہرہ ور کر دیا جائے اور جدید علمی انکشافات، موجودہ دور کی ٹکنالوجی سے کامل طور پر شناسائی حاصل کرائی جائے۔

البتہ آج علماء کرام اور رہنمایان اسلام کا اہم وظیفہ یہ ہے۔ کہ ثقافت اسلامی کو موجودہ فلسفہ کی بنیاد پر مدون کر کے عصر حاضر کے نوجوانوں کو ارمغان اسلامی پیش کریں۔ اور اس امر کا خیال ضرور رکھنا چاہئے کہ اس نئے تدوین میں علوم اسلامیہ کے جملہ شعوق محسوس اصول اور عقلی نقلی دلائل پر مبنی ہوں جنہیں روشن فکر، سلیم الطبع حضرات قبول کریں۔ اور ان جدید کتب کی عبارت میں روانی، شستگی ہو۔ لہجہ عام فہم ہو، بدیہیات اور مشاہدات پر مبنی ہوں۔ اور ان میں ایسے دلائل سے مسائل کو ثابت کیا گیا ہو۔ جن دلائل کو عقل سلیم رکھنے والے حضرات از روئے عقل و دانش قبول کریں۔ نیز ان مسائل کو بھی ایک جامع فارمولے کے تحت جمع کریں جن کو قرآن مجید اور روایات میں تکوینی اور عالم سفلی، علوی کی کیفیات کو صراحۃً یا اشارۃً بیان کر دیا گیا ہے۔

البتہ میرے عقیدہ اور نظریہ میں یہ بات سب سے پہلے ضروری ہے۔ کہ اس سلسلہ میں اکابر علماء اسلام کا ایک اجتماع منعقد ہو جائے۔ جسکی علمی حرکت اور نشاط پیدا کرانے کے لحاظ سے بے حد ضرورت ہے۔ اگر پورے خلوص اور صداقت سے یہ کام شروع ہو سکے تو عالم اسلام کو علمی و فکری پیش آمدہ جدید مسائل و مشکلات کا جواب دیا جا سکے گا۔ اور ملت اسلامیہ کو وہ علمی اور عرفانی مقام مل سکتا ہے جو اس کے شایان شان ہے۔ یہ میرے خیالات تھے۔ جو مختصراً جناب کی خدمت میں عرض کئے گئے۔

گر بگویم شرح ایں بے حد شود ■■

بقیہ: عربی زبان:

لیکن ان پر عربی کی بجائے اردو مسلط کی گئی۔ جس روز عربی کو چھوڑ کر اردو کو قومی اتحاد کا ذریعہ بنایا گیا۔ اسی روز بنگلہ دیش کی بنیاد پڑی۔ مغربی پاکستان میں بھی علاقائی زبانوں کے حامی عربی کے لئے برضا و رغبت تیار ہیں۔ ابھی وقت ہے۔ گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔

عالم عرب اور عالم اسلام سے ارتباط کے لئے عربی کی جو اہمیت ہے۔ اس سے بھی آپ اور مولانا ہزاروی بخوبی واقف ہیں۔ عربی کو اس کا مقام دلانا جمعیۃ کا آپ کا اور مولانا ہزاروی کا وعدہ ہے۔ الحجز حرّ ما وعد۔ محض انتخابی وعدہ نہیں بلکہ دینی فرض ہے۔ والسلام۔